

صفت مختار کل خاصہ خداوندی

از افادات: متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

اس روایت پر غور کیجیے کہ حضرت ابو امامہ اسعد بن زرارہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو منافقوں اور یہودیوں نے باتیں بنائیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سنیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بَدَسَ الْبَيْتُ أَبُوْ اَمَامَةَ لِيَهُودٍ وَمُنَافِقِي الْعَرَبِ يَقُولُوْنَ: لَوْ كَانَ نَبِيًّا لَمْ يَمُتْ صَاحِبُهُ، وَلَا اَمْلِكُ لِنَفْسِي وَلَا لِصَاحِبِي مِنْ اللّٰهِ شَيْئًا.

(سیرت ابن ہشام: ج 1 ص 445 مکتبہ رحمانیہ لاہور۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مہاجرین اور انصار میں بھائی چارہ قائم کرنا)

ترجمہ: ابو امامہ کا فوت ہونا یہودیوں کے لیے اور منافقین عرب کے لیے برا ہو، وہ کہتے ہیں کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نبی ہوتے تو ان کا ساتھی نہ مرتا حالانکہ میں اللہ کی مشیت کے مقابلے میں اپنے لیے اور اپنے ساتھی کے لیے کسی شے کا مالک نہیں۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ منافقین اور یہودیوں کی ذہنیت تھی کہ نبی وہ ہو گا جو موت و حیات کا بھی مالک ہو۔ تو یہ ان کی سوچ معلوم ہوتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو ہر شے پر قدرت و اختیار ہے، چاہے تکوینی ہو یا تشریحی۔

چونکہ یہ مسئلہ بریلوی اعتقادات سے ہے اس لیے بریلوی اس کو اسلاف و اکابر کی عقائد کی کتب سے ثابت کریں اور اگر انہیں بات قبول نہیں اور قرآن و سنت سے اس کو ثابت کرنا چاہتے تو پھر ہماری طرف سے مطالبہ یہ ہے کہ اس پر دلائل قطعیہ کو پیش کیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ بریلوی اکابر نے مختار کل کے منکر کو گستاخ نبوت، نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگانے والا، اہل باطل اور ابلیس لعین کا مذہب قرار دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

[۱]: اویسی صاحب لکھتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام کا معجزات اور اولیاء کرام کا کرامات کے اظہار پر اختیار اہل حق کا مذہب ہے اور اس سے انکار اہل باطل اور اس انکار کی بنیاد ابلیس نے رکھی ہے۔ (حضور کے معجزات و اختیارات ص 5 رسائل اویسی ج نمبر 3)

ایک جگہ یوں لکھتے ہیں:

آپ کی لاعلمی، عدم اختیار ثابت کرنا جاہلوں یا نبوت کے گستاخوں کا کام ہے۔ (لاعلمی میں علم ص 15 رسائل اویسیہ ج نمبر 4)

[۲]: مفتی امین صاحب فیصل آبادی لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں عیب تلاش کرنا کہ نبی کو فلاں چیز کا علم نہیں فلاں چیز کا علم نہیں فلاں چیز کا اختیار نہیں۔ (دو جہاں کی نعمتیں ص 39)

اور گستاخی نبوت اور نبی کو عیب لگانا کفر ہے یہ مسلمات بریلویہ میں سے ہیں۔ اس لیے بریلوی صاف لکھ دیں گے کہ مختار کل کا عقیدہ ایمان ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور اس پر دلائل صرف قطعی لائے جائیں گے۔

بریلوی دعویٰ جات

[1]: بریلویوں کے ”مفتی“ محمد امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

رزق و خیر کی ہر قسم کی عطائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں..... احکام تشریحہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

قبضہ میں کر دیے گئے ہیں کہ جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں۔

(بہار شریعت: ص 83 تا 85 - مکتبہ المدینہ)

[2]: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی مرادیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں۔

(برکات الامداد: ص 8)

[3]: مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

خالق کل نے آپ کو مالک بنا دیا۔ (رسائل نعیمیہ)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

دنیا و آخرت کی ہر چیز کے مالک حضور ہیں سب کچھ ان سے مانگو، عزت مانگو، ایمان مانگو، جنت مانگو، اللہ کی رحمت مانگو۔ (ص 146)

[4]: احکام شریعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سپرد ہیں، جو بات چاہیں واجب کر دیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں۔ (الامن والعلی: ص 215)

معلوم ہو گیا کہ بریلویوں کے نزدیک تمام اختیارات کے مالک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

تنقیحاتِ دعویٰ

تنقیح نمبر 1:

یہ خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرانا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

کلی اختیارات مکمل علم غیب پر خدائی دار و مدار ہے۔ (مواعظ نعیمیہ حصہ دوم ص 268)

تنقیح نمبر 2:

بریلوی حضرات اپنے اس مسئلہ مختار کل میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اختیارات کو خدا کے اختیار سے بڑھ کر مانتے ہیں جو یقیناً غلط

اقدام ہے۔ مثلاً

خدا جس کو پکڑے چھڑائے محمد

محمد جو پکڑیں نہیں چھوٹ سکتا

(رسائل نعیمیہ ص 164)

تنقیح نمبر 3:

اگر تمام اختیارات سونپ دیے گئے ہیں تو یہ بتائیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالب کو جنت میں لے جائیں گے یا نہیں؟ اگر لے

جائیں گے تو فاضل بریلوی نے ”شرح المطالب فی محث ایمان ابی طالب“ کیوں لکھی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ کافر ہے اور کافر جہنم میں ہی

جائے گا۔ اگر نہیں لے جائیں گے تو پھر اختیار کلی کا انکار ہوا۔

تنقیح نمبر 4:

مختار کل کا عقیدہ بریلوی حضرات نے شیعوں سے لیا ہے۔

✽ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

”شیعہ کہتے ہیں: ان الله لم يزل بالوحدانية ثم خلق محمداً و علياً و فاطمة و الحسن و الحسين فمكثوا الف دهر فخلق

الاشياء و اشهدهم خلقها و اجري طاعتهم عنها و فوض امورهم اليهم يحلون ما يشاءون و يجرمون ما يشاءون.“

آگے لکھتے ہیں:

”امام جعفر صادق سے روایت کلینی نے نقل کی ہے: فما فوضه الله تعالى الى رسوله صلى الله عليه وسلم فقد فوضه اليه“

(تحفہ اثنا عشریہ: ص 170)

✽ مولانا کرم الدین دبیر لکھتے ہیں:

یہ مسلم امر ہے کہ موت و حیات خدا کے اختیار میں ہے کسی انسان کو اس کا اختیار نہیں دیا گیا لیکن یہ شیعہ کا اعتقاد ہے کہ ائمہ اہل بیت کو موت و حیات پر کلی اختیار تھا۔ (آفتاب ہدایت ص 169)

✽ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ نے شیعہ کے فرقہ مفوضہ کا عقیدہ یوں لکھا ہے:

جو مفوضہ ہیں وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تدبیر خلق کا مسئلہ آئمہ کے سپرد کر دیا ہے۔ (غنیۃ الطالبین ج 1 ص 182)

تنتیج نمبر 5:

اس عقیدہ کے قائل ہونے سے بہت ساری نصوص کا انکار ہوتا ہے۔

✽ مولوی محمد صادق نقشبندی صاحب لکھتے ہیں [جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی کی طرف کھلنے والے سارے دروازے سوائے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دروازے کے بند کروادے تو]:

سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ حضور حضرت رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور ان کی آنکھوں میں آنسو تھے اور یہ کہتے تھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنے چچا کو باہر پھینکا اور چچا کے بیٹے کو اندر بلایا تو آپ نے فرمایا چچا میں مامور ہوں مجھے اس امر کا اختیار نہیں۔ (تاریخ مدینہ ص 114)

✽ نقی علی خان کہتے ہیں:

آپ نے چاہا کہ ابوطالب کی بخشش کے واسطے دعا کروں، حکم آیا: پیغمبر اور مسلمانوں کے لائق نہیں کہ مشرکوں کے لیے اگرچہ وہ ان کے رشتہ دار ہوں استغفار کریں۔ اے عزیز وہ حاکم ہے محکوم نہیں غالب ہے مغلوب نہیں مالک ہے تابع اگر تیری دعا قبول نہ فرماوے تجھے ناخوشی اور غصے یا شکایت اور شکوے کی مجال کب ہے جب خاصوں کے ساتھ یہ معاملہ ہے کہ جب چاہتے ہیں عطا کرتے ہیں جب چاہتے ہیں منع فرمادیتے ہیں تو تو کس شمار میں ہے کہ اپنی بات پر اصرار کرتا ہے۔ (الکلام الاوضح ص 308)

✽ مفتی احمد یار نعیمی لکھتے ہیں:

آپ علیہ السلام نے فرمایا میں پہاڑ کو سونا بنانے یا خلق اشیاء پر قدرت نہیں رکھتا۔ (مواعظ نعیمیہ ص 262 حصہ دوم)

✽ مفتی احمد یار نعیمی ایک آیت ”قُلْ لَوْ أَنَّ عِنْدِي مَا تَسْتَعْجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ“ کہ اگر عذاب میرے اختیار میں ہوتا تو کب کا تمہارا قصہ چکا دیا گیا ہوتا کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

وہ عذاب جس میں تم جلدی کر رہے ہو میرے قبضے و اختیار میں ہوتا تو اب تک میرا تمہارا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ (تفسیر نعیمی ج 7 ص 507 مکتبہ اسلامیہ)

✽ مفتی مظہر اللہ شاہ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

تم کو عذاب الہی سے ڈرایا جاتا ہے تو ڈھیٹ بن کر اس عذاب کی جلدی کرتے ہو وہ عذاب میرے اختیار میں نہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (تفسیر مظہر القرآن ج 1 ص 385)

✽ علامہ سعیدی صاحب اس کی تفسیر میں یوں لکھتے ہیں:

مجھے اس عذاب کے نازل کرنے یا اس کو مقدم اور موخر کرنے پر قدرت نہیں ہے اور اگر بالفرض یہ معاملہ میرے اختیار میں ہوتا تو تو

میں تمہارے مطالبہ عذاب کو لاچکا ہوتا۔ (تبیان القرآن ج 3 ص 495)

✽ ابو الحسنات قادری لکھتے ہیں:

آدم علیہ السلام نے فرمایا حکم الہی کے خلاف نہ ہو گا مجھے ترمیم کا کوئی اختیار نہیں۔ (اوراق غم ص 7)

✽ مولوی نعیم الدین مراد آبادی صاحب (سورت یونس آیت نمبر 15 کے حاشیہ نمبر 35 میں) لکھتے ہیں:

میں اس (قرآن) میں تغیر تبدیل کی بیشی نہیں کر سکتا۔ (خزائن الفرقان)

✽ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے ان (والدہ) کے لیے استغفار کی اجازت چاہی تو مجھے نہ دی گئی۔ (خزائن الفرقان ص 265)

✽ سعیدی صاحب لکھتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کلام الہی کا نزول یا پتھر کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کپڑے لے کر بھاگنا یہ معجزات ہیں لیکن ان اظہار میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اختیار کا دخل نہ تھا۔ (مقالات سعیدی ص 53)

دوسری جگہ لکھتے ہیں:

امور غیر عادیہ میں انبیاء اور اولیاء پر وحی والہام کی کیفیت کا عروض ان کے اختیار میں نہیں ہوتا۔ (مقالات سعیدی ص 260)

ان سب حوالہ جات سے معلوم ہو گیا کہ مختار کل کا عقیدہ غلط ہے۔

تنقیح نمبر 6:

اس دعویٰ سے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاؤں کا انکار لازم آتا ہے، مثلاً:

1: اے علی! میں نے اللہ عزوجل سے تین بار سوال کیا کہ تجھے تقدیم دے، اللہ تعالیٰ نے نہ مانا مگر ابو بکر کا مقدم رکھنا۔

(فتاویٰ رضویہ: ج 15 ص 686)

2: میں نے اپنے رب سے تین سوال کیے، ان میں صرف دو تو قبول فرمائے گئے۔ ایک تو یہ تھا کہ میری امت کو قحط تمام سے ہلاک نہ

فرمائے یہ قبول ہوا۔ ایک یہ تھا کہ انہیں غرق سے عذاب نہ فرمائے یہ بھی قبول ہوا۔ تیسرا سوال یہ تھا کہ ان میں باہم جنگ و جدال نہ ہو یہ قبول

نہیں ہوا۔ (خزائن الفرقان ص 175 حاشیہ سورت انعام آیت نمبر 68)

تنقیح نمبر 7:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شافع محشر ہونے کا بھی انکار لازم آتا ہے۔

احادیث طیبہ میں ہے کہ آپ شافع محشر ہیں اگر تمام اختیارات کا مالک آپ کو ٹھہرایا جائے تو پھر شفاعت کی ضرورت ہی نہیں رہتی

کیونکہ شفاعت کا معنی ہے گزارش کرنا درخواست کرنا۔ خدا تعالیٰ کے مختار کل ہونے پر سب متفق ہیں وہ کبھی کسی کے سامنے عرض و گزارش نہیں

کرتا اگر تم سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مختار کل ہونا مانو گے گزارش و عرض سے انکار کرنے کی راہ نکلے گی جس سے صاف شفاعت کے عقیدے کا

انکار نکلتا ہے۔

فاضل بریلوی لکھتے ہیں:

یہ محتاجی ہی منشا شفاعت ہے جہاں محتاجی نہ ہو خود اپنے حکم سے جو چاہے کر دیا جائے۔ شفاعت کی کیا حاجت ہو۔

(فتاویٰ افریقہ ص 116 مسئلہ نمبر 82)

لفظ ”مختار کل“ کی تنقیح

اگر ”مختار کل“ کا مطلب یہ ہے کہ ساری کائنات میں پسندیدہ شخصیت و منتخب اور چنے ہوئے سرکار طیبہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں تو اس میں کسی مسلمان کو اختلاف نہیں اور اگر ”مختار کل“ کا معنی یہ ہے کہ تمام قسم کے اختیارات خدا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو دے دیے ہیں چاہے وہ تکوینی ہوں یا تشریحی ہوں تو یہ بات اسلام سے متصادم ہے اور باقی اس بات میں بھی کسی کو اختلاف نہیں ہے کہ کئی باتوں میں خدا نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی چاہت و پسند کو پوچھا ہے:

- 1: اگر آپ چاہیں تو ان طائف والوں کو ہلاک کر دیا جائے
 - 2: اگر آپ چاہیں تو ہم ان پہاڑوں کو سونا بنا کر آپ کے ساتھ کر دیں
 - 3: اگر آپ چاہیں تو ہم آپ پر موت طاری نہیں کرتے بلکہ مزید آپ رہنا چاہیں تو دنیا میں تو بھی رہ لیں۔ (وغیرہ الاما شاء اللہ)
- اس قسم کی کئی باتیں گنی و شمار کی جاسکتی ہیں مگر اسے مختار کل کا عقیدہ نہیں کہا جائے گا۔

مسئلہ مختار کل کی نفی پر دلائل از قرآن کریم

- 1: إِنَّكَ لَا يَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ . (سورة القصص: 56)
- ابو طالب کے اسلام نہ لانے پر آپ کو پریشانی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔
- 2: قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تَلْقَاءِ نَفْسِي . (سورة يونس: 15)
- کافروں نے کہا کہ یہ قرآن بد لیں تو جواب میں یہ کہا گیا۔
- 3: مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ . (سورة توبة: 14)
- نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب کے لیے دعائے مغفرت کرنے سے روک دیا گیا۔
- 4: قُلْ مَنْ يَبْدِئُ مَلَكُوتَ كُلِّ شَيْءٍ . (سورة المومنون: 88)
- 5: يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ . (سورة التحريم: 1)
- آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر شہد کو حرام کو لیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔
- 6: لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ . (سورة آل عمران: 128)
- آپ علیہ السلام نے بعض لوگوں کے لیے دعائے مغفرت فرمائی تھی تو یہ آیت نازل ہوئی۔
- 7: وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ . (سورة يوسف: 103)
- 8: وَإِنْ يَسْتَسْكِ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ . (سورة الانعام: 17)
- 9: مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّى يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ . (سورة الانفال: 67)
- بدر کے قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا گیا تو یہ آیت نازل ہوئی۔
- 10: عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ . (سورة التوبة: 43)
- غزوہ تبوک کے موقع پر منافقین نے حیلے بہانے بنا کر اجازت لی تو یہ آیت نازل ہوئی۔
- 11: إِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ . (سورة التوبة: 80)
- [منافق کا جنازہ پڑھنے پر یوں فرمایا گیا]
- 12: لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا رَشَدًا . (سورة الجن: 21)

احادیث طیبات

حدیث نمبر 1:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ننھے بچوں سے پیار کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھنے لگا کہ کیا آپ بچوں سے (ازرہ شفقت) پیار کرتے ہیں؟ ہم تو ایسا نہیں کرتے، اس دیہاتی کے اس سوال پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

أَوْ أَمْلِكُ لَكَ أَنْ تَزَعَ اللَّهُ مِنْ قَلْبِكَ الرَّحْمَةَ. (صحیح البخاری: ج 2 ص 887، صحیح مسلم ج 2 ص 254)

یعنی اگر اللہ تعالیٰ نے تیرے دل سے شفقت نکال دی ہے تو کیا میں تیرے لیے اس کا مالک ہوں!؟

حدیث نمبر 2:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم نازل ہوا کہ آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو خدا کے عذاب سے ڈرائیے تو آپ نے اپنے تمام خاندان اور برادری کو جمع کر کے فرمایا: اے خاندان قریش! اپنے آپ کو جہنم کے عذاب سے (یعنی توحید و رسالت وغیرہ عقائد قبول کر کے) بچالو میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے تمہیں بچا سکتا اے خاندان بنو عبد مناف، اپنی جانوں کو عذاب سے بچالو میں تمہیں خدا کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اے عباس بن عبدالمطلب اور میری پھوپھی صفیہ اپنے بچاؤ کا انتظام فرمالو میں تمہیں خدا کی گرفت نہیں بچا سکتا۔ آگے ارشاد ہوتا ہے:

يَا فَاطِمَةُ بِنْتُ مُحَمَّدٍ سَلِّبِي مَا بَشِئْتُ مِنْ مَالِي لَا أُغْنِي عَنْكَ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا.

اے (میری لختِ جگر) فاطمہ! جس کا میں مالک ہوں (مالی، ضروریاتِ زندگی وغیرہ) وہ مانگ تو میں تجھے دے دوں گا لیکن اللہ تعالیٰ کی گرفت سے میں تجھے نہیں بچا سکتا۔ (صحیح البخاری ج 2 ص 702، صحیح مسلم ج 1 ص 114، ابو عوانہ ج 1 ص 193، مسند احمد ج 2 ص 87)

حدیث نمبر 3:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہما میں برابری کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے:

اللهم! هذه قسمي فيما أملك فلا تؤاخذني فيما تملك ولا أملك.

قال الترمذي: يعني انما الحب والمودة.

یعنی اے اللہ جس ظاہری تقسیم کا میں مالک ہوں میں کو ادا کر چکا اور جس چیز کا تو مالک ہے اور میں مالک نہیں (یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی محبت) تو اس میں میرا مواخذہ نہ کرنا۔

(سنن الترمذی ج 1 ص 134، سنن ابی داؤد: ج 1 ص 290، سنن النسائی: ج 2 ص 78، ابن ماجہ ج 1 ص 144، مشکوٰۃ ج 1 ص 279، مستدرک الحاکم: ج 2 ص 178)

اس روایت کو امام حاکم رحمہ اللہ اور علامہ ذہبی رحمہ اللہ نے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا۔ (مستدرک الحاکم: کتاب النکاح - ج 2 ص 276)

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: اسناد صحیح و رجالہ کلہم ثقات۔ (ابن کثیر ج 3 ص 511)

حدیث نمبر 4:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس خلاصہ یہ ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حقوقِ عامۃ المسلمین (مثلاً غنیمت وغیرہ) میں خیانت کرنے سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ جس نے اونٹ، بکری، گھوڑے، کپڑے وغیرہ میں خیانت (چوری) کی تو یہ

تمام اشیاء قیامت کے دن اس کی گردن پر ہوں گی اور اپنی اپنی آواز ظاہر کرتی ہوں گی اور ایسا خائن وہاں کہے گا:

يَا رَسُولَ اللَّهِ أَغْنَيْنِي فَأَقُولُ لَا أَمْلِكُ لَكَ شَيْئًا قَدْ أَبْلَغْتُكَ.

اے اللہ کے رسول میری مدد کیجیے اور میں کہوں گا میں تجھے تبلیغ کر چکا تھا۔ (بخاری ج 2 ص 342، مسلم ج 2 ص 122)

حدیث نمبر 5:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گیارہ بیبیاں تھیں؛ حضرت خدیجہ، حضرت زینب ام المساکین، حضرت عائشہ، حضرت جویریہ، حضرت حفصہ، حضرت ام سلمہ، حضرت زینب بنت جحش، حضرت ام حبیبہ، حضرت صفیہ، حضرت سودہ، حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(مرقات ج 4 ص 42)

اور دو لونڈیاں تھیں؛ ایک حضرت ماریہ قبطیہ جن کے بطن سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے۔ (مستدرک ج 4 ص 38)

اور دوسری حضرت ریحانہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھیں۔ (مستدرک ج 4 ص 41)

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اور حضرت زینب ام المساکین رضی اللہ عنہما آپ کی زندگی میں وفات پا گئی تھیں بقیہ ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن آپ کے بعد زندہ رہیں ان کے بارے میں آپ کو کافی پریشانی تھی آپ نے فرمایا: إن أمر کن مما یہمنی بعدی الحدیث۔

(جامع الترمذی ج 2 ص 216 و قال حدیث حسن صحیح غریب، موارد الظمان: ص 547)

کہ بے شک تمہارا معاملہ مجھے اپنے بعد پریشان کر رہا ہے۔

اس عقیدے کے رد پر اکابر امت کی تصریحات

[۱]: علامہ سبکی لکھتے ہیں:

و النبی صلی اللہ علیہ وسلم اعرف الخلق باللہ تعالیٰ فلم یکن یسال ربہ تفسیر حکم من الاحکام الشرعیۃ ولا یفعل

فیہا الا ما یرم بہ۔ (شفاء القام: ص 177)

[۲]: امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معجزہ رسول کا اختیاری فعل نہیں نہ رسول کو اس کے ظاہر کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہے۔ (مغربات غزالی ص 299)

[۳]: شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

انبیاء علیہم السلام اور اولیاء سب کا یہ حال ہوا کہ انہوں نے بہت سی چیزیں چاہیں کہ ہو جائیں لیکن نہ ہوئیں اور بہت سے ایسے کام

جنہیں انہوں نے چاہا کہ وہ نہیں ہوں وہ ہو گئے۔ (مکتوبات دو صدی مکتوب نمبر 60، 67)

[۴]: شیخ عبدالواحد بلگرامی فرماتے ہیں:

نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس تک اپنے بیٹے کے لیے کوشش کی اور اہتمام کلی کیا کہ کسی طرح وہ مسلمان ہو جائے مگر کچھ فائدہ نہ

ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا کے لیے بہتری کی کوشش کی کہ وہ بت پرستی سے بازر ہیں اور مسلمان ہو جائیں مگر کچھ نہ ہوا۔ مصطفیٰ علیہ

السلام نے ابوطالب کے لیے کتنی کوشش فرمائی مگر مفید اور سود مند نہ ہوئی۔ (سبع سنابل اردو ص 98)

[۵]: شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

معجزہ اللہ کا فعل ہے نہ کہ رسول کا کیونکہ قانون قدرت کو توڑنا انسانی اختیار سے باہر ہے۔ (تکمیل ایمان ص 111)

[۶]: شیخ عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

یہ عالم قضا و قدر ہے جو انبیاء اور اولیاء کے لیے کمر شکن ہے بہت دفعہ جو مانگتے ہیں نہیں پاتے۔ (مکتوبات قدسیہ ص 716 اردو)

[۷]: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اولیاء کرام معدوم کو موجود کرنے یا موجود کو معدوم کرنے کی قدرت نہیں رکھتے اس لیے پیدا کرنے، معدوم کرنے، رزق دینے، اولاد دینے، بلا دور کرنے اور مرض سے شفا دینے وغیرہ کی نسبت ان سے مدد طلب کرنا کفر ہے۔ (ارشاد الطالبین)

[۸]: علامہ سبکی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

و من هذا قول القائل للنبي صلى الله عليه وسلم استئلك مرافتك في الجنة. قال: اعني على نفسك بكثرة السجود والآثار في ذلك كثيرة ايضاً ولا يقصد الناس بسؤالهم الا كونه صلى الله عليه وسلم سبباً و شافعاً.

(شفاء القمام: ص 175 باب نمبر 8)

[۹]: شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مذہب صحیح آنست کہ امر تشریح مفوض بہ پیغمبر نمی باشد زیرا کہ منصب رسالت و ایلیچی گری نہ نیابت خداوندہ شرکت در کار خانہ خدائے آنچه کہ خدائے تعالیٰ حلال و حرام فرماید آنرا رسول تبلیغ می کند و بس از طرف خود اختیار ندارد.

(تحفہ اثنا عشریہ ص 170 باب نمبر 4)

[۱۰]: قاضی سجاد حسین رحمہ اللہ نے ”شفاء القمام“ کا ترجمہ ”زیارت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم“ کے نام سے لکھا۔ یہ ترجمہ انہوں نے شاہ ابو الحسن زید فاروقی صاحب کے حکم پر لکھا۔ اس کا مقدمہ شاہ ابو الحسن زید فاروقی صاحب نے لکھا۔ چنانچہ وہ مقدمہ میں لکھتے ہیں:

”عاجز (فاروقی صاحب) قاضی صاحب کے پاس گیا اور ان سے کہا ”بحول اللہ و قوتہ“ آپ اس کام کو سرانجام دیں اور پھر ترجمہ اس عاجز کے حوالہ کریں تاکہ یہ مبارک رسالہ ذخیرہ الآخرۃ حضرت ابو الخیر اکادمی سے یہ عاجز طبع کرائے اور یہ بھی آپ سے کہا کہ آپ اس مبارک ترجمہ کا نام اصل نام کا نصف آخر ”زیادہ خیر الانام“ رکھیں۔ (مقدمہ زیارت خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم: ص 6)

موصوف آگے لکھتے ہیں:

حضرت قاضی سے کہہ دو زید تم
رب کعبہ خوب لکھی ہے کتاب

(مقدمہ زیارت خیر الانام: ص 16)

چونکہ فریق مخالف کے ہاں یہ مسلم بزرگ ہیں اس لیے ہم نے ان کی بات کی ہے۔ اب مقصد کی طرف آئیے۔

اس رسالہ میں ہے: بیہقی کے دلائل النبوة میں مذکور ہے کہ عثمان بن ابی وقاص نے کہا: میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن کے معاملہ میں یعنی قوت حافظہ کی کمزوری کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ اس شیطان کا اثر ہے جس کو ”خنزب“ کہتے ہیں، اے عثمان میرے قریب آ۔ میں قریب ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس کی ٹھنڈک میں نے کمر تک محسوس کی پھر فرمایا اے شیطان عثمان کے سینے سے نکل جا۔

یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

اب یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت طلب ہے ورنہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سفارشی کی ہے اب اس کو خواہ توسل کہو یا تشفع کہو یا تجوہ یا توجہ سب کے یہی معنی ہیں۔

(زیارت خیر الانام ترجمہ شفاء القمام ص 123 مکتبہ جمال کرم)

ایک بات قابل تشریح ہے کہ آج کل اہل بدعت حضرات کا یہی کہنا ہے کہ ڈپو تو حکومت سے لیتے ہیں اور باقی لوگ ڈپو سے لیتے ہیں اسی

طرح انبیاء اور اولیاء خدا سے لیتے ہیں اور ہم ان سے لیتے ہیں، جیسے کوئی براہ راست حکومت سے لے تو حکومت ناراض ہوتی ہے کہ ہمارے ڈپو سے لوہم سے کیوں لیتے ہو اسی طرح خدا سے مانگنے کی بجائے اولیاء سے مانگو ورنہ خدا ناراض ہوگا۔

اس بات کی تفصیل کے لیے ”پیر نصیر الدین وہابی ہے؟“ اور ”توحید اور شرک“ از مفتی امین صاحب اور ”توحید اور شرک“ از مولوی محمد راشد آپ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہ کس درجہ غلو اور اندھا پن ہے۔

علامہ سبکی رحمہ اللہ کے فرمان کا مطلب یہ ہے کہ ظاہری وسیلہ جناب کریم صلی اللہ علیہ وسلم بنے ہیں اور نکالنے والا خود اللہ جل مجدہ تھا یعنی آپ نے فرمایا: شیطان نکل جا، بطور سبب کے فرمایا خدا کے ہی حکم سے فرمایا تو نکالنے والا خدا کے علاوہ کسی اور کو نہ سمجھنا چاہیے۔

مسئلہ مختار کل پر اہل بدعت کے دلائل کے جوابات

دلیل نمبر 1:

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْنُوبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَأْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ.

(سورة الاعراف: 157)

جواب:

یہ آیت سورة اعراف کی ہے جو مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی ہے۔ (تفسیر الاتقان علامہ سیوطی ج 1 ص 18)

اگر اس آیت کا مطلب یہ ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حلال اور حرام کرنے کا اختیار اس آیت سے مل چکا ہے تو آپ ہی فیصلہ کریں کہ سورة تحریم جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی اس میں اس کے خلاف کیوں ارشاد ہوتا ہے کہ:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكَ. (سورة التحریم: 1)

اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مکہ مکرمہ میں حلال اور حرام کرنے کا حق دیا جا چکا ہوتا اور اس آیت سے اس کا ثبوت ہوتا جیسا کہ فریق مخالف کا زعم باطل ہے تو محال ہے کہ مدینہ میں یہ حکم نازل ہوتا کہ آپ نے وہ چیزیں کیوں حرام کر دیں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے حلال کی ہیں؟! قرآن کریم میں تو قطعاً تعارض اور تخالف کا احتمال ہی نہیں۔ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ بہت سی مختلف احادیث کا حوالہ دے کر لکھتے ہیں:

والصحيح ان ذلك كان في تحريمه العسل. (تفسیر ج 4 ص 387)

باقی آیت میں تحلیل اور تحریم کی جو نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی گئی ہے تو اس کا صحیح محمل یہی ہے کہ آپ نے ان اشیاء کی حلت اور حرمت کو بیان کیا ہے۔ روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابو جہل کی لڑکی حضرت جویریہ رضی اللہ عنہ سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے ایک بلینغ خطبہ ارشاد فرمایا جس میں یہ الفاظ بھی قابل غور ہیں:

وَإِنِّي لَسْتُ أَحْرَمُ حَلَالًا وَلَا أُحِلُّ حَرَامًا وَلَكِنَّ وَاللَّهِ لَا تَجْتَمِعُ بِنْتُ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَبِنْتُ عَدُوِّ اللَّهِ أَبَدًا.

(بخاری جلد 1 ص 438 و مسلم ج 2 ص 290)

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تھوم (لہسن) کھا کر مسجد میں آنے سے منع فرمایا تو لوگوں کو یہ وہم ہوا کہ شاید تھوم حرام ہو چکا ہے۔ آپ کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے ارشاد فرمایا:

أيها الناس إنه ليس بي تحريم ما أحل الله لي ولكنها شجرة أكره ربحها. (صحیح مسلم ج 1 ص 309)

دوسری روایت میں ہے: أيها الناس إنه والله مالي أن أحرم ما أحل الله ولكني أكره ربحه. (ابو عوانہ ج 1 ص 412)

دلیل نمبر 2:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا لِمُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ . (سورة الاحزاب: 36)

جواب:

اس آیت سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ جو فیصلہ کر لے اور اس کا رسول برحق صلی اللہ علیہ وسلم اس فیصلہ کو بیان اور ظاہر کرتے ہیں تو اس معاملہ میں کسی مومن اور مومنہ کو لب کشائی کا حق نہیں پہنچتا۔

دلیل نمبر 3:

وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ . (سورة التوبة: 74)

جواب:

صحیح البخاری (ج 2 ص 620) میں روایت ہے: ”فاغناكم الله بي“ کہ اللہ نے تمہیں میری وجہ سے مالدار کر دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود مبارک کی برکت اور مال غنیمت و صدقات کے تقسیم ہونے کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ذریعہ ہیں اس لیے آپ کی طرف نسبت کی گئی یعنی یہ نسبت ظاہری ہے۔ باقی آیت میں منافقوں کے متعلق بتایا گیا کہ ان کو مال غنیمت جو خدا نے دیا بذریعہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم دیا ہے۔ اس کا بھی ان منافقین نے حیا نہ کیا اور اسلام کے خلاف محاذ بنالیا۔

دلیل نمبر 4:

وَمِنْهُمْ مَنْ يَلِيكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْتَحْضُونَ . (سورة التوبة: 58)

جواب:

یہ آیت اپنے مدلول پر خود ظاہر ہے کہ صدقات اور غنیمت کے مال کی تقسیم پر دنیا پرست اور خود غرض منافقین نے اعتراض کیا تھا، اگر ان کو حصہ مل جاتا تو اعتراض نہ کرتے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو کیوں نہیں دیتے۔ تو اللہ تعالیٰ ان کی تردید فرماتا ہے کہ اگر وہ منافق اس پر راضی ہو جاتے جو اللہ تعالیٰ نے حقیقتاً اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے غنیمت اور صدقات کی تقسیم پر ان کو دیا تھا تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے فرمانبردار ہو جاتے اور اگر اس وقت ان کو پورا حصہ نہ مل سکا تھا تو یہ کہہ کر تسلی کر لیتے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ سے توقع اور امید ہے کہ کسی غنیمت کے موقع پر ہمیں بہت کچھ دے گا جس کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقسیم فرمائیں گے اور ہم کو بھی دیں گے۔ الغرض اس آیت میں صدقات (وغیرہا) کی تصریح موجود ہے اس سے یہ ثابت کرنا کہ دنیا کی ہر چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے ہیں یا یہ دینا فوق الاسباب طریق پر تھا (جو متنازع فیہ ہے) بالکل غلط ہے۔

دلیل نمبر 5:

وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى . (سورة انفال: 17)

جواب اول:

اگر اس آیت کے دوسرے ٹکڑے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے تو اول حصہ سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا خدا ہونا بھی ثابت ہو گا کیونکہ ارشاد ہوتا ہے کہ تم نے دشمنوں کو قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے قتل کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جنگ بدر وغیرہ میں کافروں کو حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہم وغیرہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین ہی نے قتل کیا تھا لہذا وہ سارے خدا ہوئے؟ بتاؤ اب فرق کیا رہا؟

جواب دوم:

انسان کے کام چونکہ عالم اسباب میں ایک خاص قوت اور طاقت سے ظاہر ہوتے ہیں اگر انسان کی طاقت سے زیادہ کام جو عام طور پر اسباب میں انسان سے نہیں ہوا کرتا تو ایسے کام میں اللہ تعالیٰ کے فعل کا خاص دخل ہوتا ہے۔ چونکہ جنگ بدر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کام یہ تھا کہ ایک مٹھی بھر کر دشمنوں کی طرف پھینک دیں اس خاک کو مٹھی کو نزدیک اور سامنے اور پیچھے دائیں بائیں غرض ہر آدمی کی آنکھ میں ڈالنا محض اللہ کی قدرت سے تھا۔ جس طرح تین سو تیرہ کی تعداد میں بے سرو سامان صحابہ کا ہزار مسلح کافروں پر غالب آجانا انسان کی طاقت سے باہر ہے مگر خدا کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

دلیل نمبر 6:

وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا. (سورة الحشر: 7)

جواب:

حدیث شریف میں ہے:

ذرونی ما ترکتہ. فیأما هلك من كان قبلکم بسؤالهم واختلافهم علی أنبیائهم. فإذا أمرتکم بشیء فخذوا منه ما

استطعتم. (ابن ماجہ ص 2، مسند احمد ج 2 ص 355)

یہ حدیث مسند احمد (ج 2 ص 508، 482، 475، 313) میں متعدد الفاظ کے ساتھ مروی ہے کسی میں ”اذا امرتکم بامر فآتمروا“ آتا ہے کسی میں ”فاتبعوا“ اور کسی میں ”فدعوا“ اور کسی میں ”ذروا“ وغیرہ کے الفاظ ہیں ان عام روایات میں اور امر و نہی کو ایک دوسرے کے مقابل میں بیان کیا گیا ہے اور پھر میں ایثار اور اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور استطاعت کی قید لگائی ہے۔ الغرض احادیث و آیت سے واضح ہے کہ دینے اور منع کرنے سے امور شرعی مراد ہیں نہ کہ تکوینی جیسا کہ فریق مخالف نے سمجھا ہے۔

دلیل نمبر 7:

انما انا قاسم والله يعطي. (مشکوٰۃ المصابیح: ص 32)

جواب:

پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عقائد قطعیہ میں نہیں چلتی۔

علامہ طیبی رحمہ اللہ نے شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے آپ پر من جانب اللہ جو کچھ نازل ہوتا تھا اس کو آپ وحی الہی کے مطابق لوگوں میں

تقسیم کرتے ہیں۔ اور یہ بات بھی ذہن میں رہے اس میں غنائم بھی داخل ہیں۔

شرح جامع الصغیر میں علامہ عبد الروف مناوی لکھتے ہیں:

المراد أنا أقسم العلم بینکم والله يعطي الفهم. (فیض القدر للمناوی: ج 2 ص 724)

یعنی علم میں بانٹتا ہوں اور فہم خدا جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

اگر یہ مراد لیا جائے کہ کہ سب کچھ ہی حضور دیتے ہیں اور بانٹتے ہیں تو پھر سنیے:

☆ حضرت خولہ بنت حکیم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی اگر طائف فتح ہو تو آپ مجھ کو فلاں عورت کا زیور دے دیجیے گا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر خدا تعالیٰ اس کی اجازت نہ دے تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں۔ (الاصابہ: ج 8 ص 70)

☆ مشکوٰۃ شریف (ص 225) میں روایت موجود ہے اللہ نے تمہارے درمیان اسی طرح خود اخلاق تقسیم کر دیئے ہیں جس طرح کہ اس نے

تمہارے درمیان رزق تقسیم کر دیئے ہیں اور اللہ دنیا اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے اور اس کو بھی دیتا ہے جس سے محبت نہیں کرتا۔
 ✨ ایک روایت میں ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا اسی دن اس نے رحمت اور شفقت کے 100 حصے متعین کیے ان سو حصوں میں اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ رحمت کا تمام مخلوق میں خود تقسیم فرمایا۔ (مسند رک حاکم ج 4 ص 247، مشکوٰۃ شریف ص 207)
 ✨ خدا تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا. (سورة الزخرف: 32)

ترجمہ: ہم ہی نے مخلوق کے درمیان دنیا کی زندگی میں معیشت تقسیم کی ہے۔

دلیل نمبر 8:

فضالہ بن عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانچوں نمازوں کی حفاظت کرنا۔ میں نے کہا: حضرت میں تو دنیا کے کام کاج میں مبتلا رہتا ہوں، شاید مجھ سے پانچ نمازوں کی حفاظت نہ ہو سکے۔ آپ نے فرمایا، پھر صبح اور عصر کی نماز کی پوری پابندی کرنا۔
 (سنن ابی داؤد ج 1 ص 61)

جواب:

پہلی بات..... یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے جو کہ عقیدہ قطعہ کے لیے مفید نہیں۔

دوسری بات..... یہ ہے کہ اس کی سند میں ایک راوی داؤد بن ابی ہند ہیں ان کے بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ ان کی حدیث کی سند میں اختلاف ہے۔ (تہذیب التہذیب: ج 8 ص 299)

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وہ کثیر الاضطراب اور کثیر الخلاف تھا یعنی دیگر روایات کی مخالفت کرتا تھا اسانید اور متون دونوں میں۔“ (تہذیب ج 3 ص 304)

تیسری بات..... یہ ہے کہ چونکہ یہ زیادہ موکد ہیں اس لیے ان کی تاکید فرمانا مقصود ہے۔

چوتھی بات..... یہ ہے کہ نمازوں پر پابندی اور اہتمام تو خود قرآن پاک میں موجود ہے کہ نمازوں کی حفاظت کرو خاص کر درمیانی نماز کی۔ مقصود یہ تھا کہ جب یہ مشکل نمازیں پڑھے گا تو آسان بدرجہ اولیٰ پڑھے گا اس لیے موکد اور خاص اہتمام والی نمازوں کا ذکر کیا۔

دلیل نمبر 9:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر اس شرط پر مسلمان ہوا کہ میں صرف دو نمازیں پڑھوں گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو قبول فرمایا تھا، فریق مخالف کہتے ہیں کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ مختار کل تھے۔ یہ حدیث مسند احمد ج 5 ص 25 ص 363 اور طبقات ابن سعد ج 7 ص 56 قسم اول میں مذکور ہے۔

الجواب:

جس روایت میں راوی ہے یہ کہے کہ ”عن رجل من الصحابة“ یا ”عن سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم“ (یا عن رجل منهم) تو ایسی سند اور حدیث قابل احتجاج نہیں تا وقتیکہ وہ راوی اس کا نام نہ بتلائے اور جب تک کہ اس کا صحابی ہونا معلوم نہ ہو جائے اس کی بات توجہ اور التفات کے قابل نہیں ہے۔ کئی محدثین نے ”عن رجل من الصحابة“ کی سند پر کلام کیا ہے اور سند کو مجہول کہا ہے۔

(دیکھیے دل کا سرور ص 140)

اس روایت کا حال بھی یہی ہے۔ ایسی حدیث سے عقیدہ ثابت کرنا محل غور ہے باقی اس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ اسلام لے آئیں پھر نماز بھی پوری ہو جائے گی۔ جیسے کہ بعض لوگ اسلام اس شرط پر لائے کہ ہم زکوٰۃ نہیں دیں اور جہاد نہ کریں گے تو آپ نے فرمایا یہ جب مسلمان

ہو گئے تو زکوٰۃ بھی دیں گے اور جہاد بھی کریں گے۔ (البدایہ والنہایہ ج 5 ص 30)
 بعض لوگ مسلمان ہوئے اس شرط پر کہ ہم عشاء کی نماز نہیں پڑھیں گے کیونکہ اس وقت دودھ نکالتے ہیں تو آپ علیہ السلام نے فرمایا
 ان شاء اللہ تم دودھ بھی نکالو گے اور عشاء کی نماز بھی پڑھو گے۔ (مجمع الزوائد ج 1 ص 294)
دلیل نمبر 10:

بعض حضرات وہ حدیث پیش کیا کرتے ہیں جس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف تحریم مکہ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تحریم مدینہ کی نسبت آئی ہے ”ان ابراہیم حرم مکة“ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم کر دیا ”وانی حرمت المدینة“ اور میں نے مدینہ کو حرم بنا دیا ہے۔

جواب:

صحیح البخاری (ج 1 ص 247) اور صحیح مسلم (ج 1 ص 437) میں حدیث موجود ہے کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

إِنَّ مَكَّةَ حَرَّمَهَا اللَّهُ وَلَمْ يُحَرِّمْهَا النَّاسُ.

اسی طرح صحیح البخاری (ج 1 ص 251) اور صحیح مسلم (ج 1 ص 442) میں حدیث ہے:

حُرِّمَ مَا بَيْنَ لَابَتَيْ الْمَدِينَةِ عَلَى لِسَانِي.

باقی شیخ دہلوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اسناد تحریم بابر ابراہیم علیہ السلام از جہت آن باشد کہ وہ رسانید و اعلام کرد حکم الہی زیرا کہ حاکم بشرائع و احکام خدا تعالیٰ است حکم و مے قدیم است انبیاء علیہم السلام رسانند آن احکام اند۔

(اشعة المعات ج 2 ص 178)

دلیل نمبر 11:

صحاح ستہ میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حرم مکہ کے درختوں اور کانٹوں کی نسبت فرمایا کہ ان کو کاٹنا حرام ہے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ”اذخر“ (ایک قسم کی گھاس ہے) کو مستثنیٰ قرار دینے کی درخواست چنانچہ آپ نے اس کو مستثنیٰ کر دیا۔ مخالفین کا کہنا ہے اگر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مختار مطلق نہ تھے تو آپ نے اذخر کو کیوں مستثنیٰ کیا؟ اس سے معلوم ہوا کہ آپ مختار کل تھے۔

جواب:

☞ قرآن پاک میں ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۚ (سورة النجم: 3، 4)

یعنی آپ خدا سے وحی پاک احکام بیان فرماتے ہیں۔

☞ سنن دارمی شریف (ص 77) اور فتح الباری (ج 3 ص 228) میں منقول ہے کہ جبرائیل امین جس طرح قرآن پاک لاتے تھے اسی طرح احکام بھی لاتے تھے۔

☞ مشکوٰۃ شریف (ص 26) میں بھی اسی طرح کی ایک روایت موجود ہے۔

الانی اوتیت القرآن ومثله معه.

رہی فریق مخالف کی پیش کردہ روایت تو اس کی تشریح میں امام نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

هذا محمول على أنه صلى الله عليه وسلم أوحى إليه في الحال باستثناء الأذخر. (شرح مسلم: باب تحریم مکة)

باقی وحی کا اتنی جلدی آنا یہ کوئی خدا کی قدرت سے بعید نہیں۔ اور یہی جواب ان احادیث کا بھی ہے کہ

(1): ایک صحابی نے پوچھا کہ کیا ہر سال حج فرض ہے آپ نے فرمایا کہ میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فرض ہو جاتا۔

(2): کہ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے لیے چھ مہینے کی بکری کی قربانی جائز قرار دی۔

(3): کہ حضرت خزیمہ ثابت انصاری کی گواہی کو دو مردوں کے قائم مقام ٹھہرایا۔

علامہ سعیدی لکھتے ہیں: یہ محال نہیں کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے جس وقت سوال کیا گیا تھا کسی اور مقام پر اسی وقت پلک جھپکنے

میں آپ پر وحی نازل ہو گئی ہو۔ (نعمۃ الباری شرح بخاری ج 1 ص 405)

دلیل نمبر 12:

ایک روایت آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ نوحہ (بین کرنا) سب کے لیے حرام تھا لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کے لیے ایک جگہ نوحہ کرنے کی اجازت دی۔ اس روایت کی شرح میں فریق مخالف امام نووی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کیا کرتا ہے: ”وللشارع ان یخص من العمومات ما شاء او كما قال“ کہ شارع کو حق پہنچتا ہے کہ عمومات میں سے جو چاہے خاص کرے۔

جواب:

پہلی بات --- ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ، علامہ زر قانی، علامہ عینی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تشریح میں لکھا ہے کہ نوحہ پہلے مباح تھا پھر

مکروہ تنزیہی ہو اسی اثناء میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کو اجازت ملی پھر نوحہ بالکل حرام ہو گیا۔

دوسری بات --- یہ ہے کہ آپ نے وحی پا کر لوگوں کا احکام سناتے تھے۔

تیسری بات --- یہ ہے کہ امام نووی رحمہ اللہ کے قول ”شارع“ سے مراد خدا کی ذات ہے حقیقی طور پر شارع تو خدا ہی ہے، ہاں مجازی طور پر

آپ کو شارع کہنا جائز اور صحیح ہے مگر یہاں مراد خدا کی ذات ہے۔

دلیل نمبر 13:

صحاح ستہ وغیرہ میں ایک روایت آتی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رمضان المبارک میں ایک صحابی نے اپنی بیوی سے دن کے وقت جماع کر لیا تھا اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میں اب کیا کروں؟ آپ فرمایا کہ غلام آزاد کرو وہ کہنے لگا کہ میرے پاس نہ غلام نہ غلام خریدنے کی رقم۔ آپ نے صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا دو۔ اس نے کہا: مجھے اس کی بھی استطاعت نہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اچھا بیٹھو۔ اتنے میں ایک شخص (ایک صاع ساڑھے تین سیر کا ہوتا ہے) کھجوریں لایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ کھجوریں لے لو اور ان کو صدقہ کر دو۔ وہ صحابی بولا کہ مدینہ بھر میں مجھ سے زیادہ کوئی محتاج نہیں، تب آپ نے فرمایا کہ اپنے گھر کے لوگوں کو کھلا دو تمہارا کفارہ ادا ہو گیا۔

فریق مخالف نے اس روایت کو پیش کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے کفارہ ساقط کر دیا تھا

تو آپ مختار کل ہوئے۔

جواب:

یہ حدیث بخاری (ج 1 ص 259)، مسلم (ج 1 ص 355)، ابوداؤد (ج 1 ص 333)، ترمذی (ج 1 ص 90)، ابن ماجہ (ص 121)، موطا مالک (ص 90)، طحاوی (ج 1 ص 325)، مسند احمد (ج 2 ص 208)، السنن الکبریٰ (ج 4 ص 237)، مشکوٰۃ (ص 176) وغیرہ میں موجود ہے لیکن کسی بھی حدیث میں یہ جملہ نہیں کہ ”جاتیرا کفارہ ادا ہو گیا“۔ امام زہری رحمہ اللہ سے تو یہ جملہ منقول ہے کہ ”جاتیرا کفارہ ادا ہو گیا“ لیکن

محدثین اس کو حدیث کا لفظ نہیں مانتے۔ (نصب الرایہ ج 2 ص 453، الداریہ ص 175)

✽ علامہ دقیق العید رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اس کو اس آدمی کی خصوصیت ماننا ضعیف قول ہے۔ (احکام الاحکام ج 2 ص 10)

✽ ملا علی قاری رحمہ اللہ نے بھی ضعیف کہا ہے۔ (حاشیہ مشکوٰۃ شریف ج 1 ص 176)

✽ امام نووی بھی اسے ضعیف کہتے ہیں۔ (شرح مسلم ج 1 ص 354)

✽ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے زہری کی اس زیادت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (تلخیص الجبیر ص 166، اور فتح الباری ج 4 ص 134)

✽ اس روایت کا مفہوم یہ ہے کہ اس کو اس بات کی گنجائش دی گئی کہ جب اس کو وسعت ہوگی تو ادا کر دے گا۔ (لمعات حاشیہ بخاری

ج 1 ص 260)

دلیل نمبر 14:

فریق مخالف یہ واقعہ بیان کرتا ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی آنکھ غزوہ احد میں باہر نکل گئی تھی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے، حضرت میری بیوی نوجوان ہے اور مجھے اس سے محبت ہے ممکن ہے کہ میری آنکھ کو اس حالت میں دیکھ کر وہ نفرت کرنے لگ جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی آنکھ کا ڈھیلا اٹھا کر اپنی جگہ رکھا اور آنکھ صحیح ہو گئی حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری وہ آنکھ پھر کبھی دکھنے نہیں پائی۔

فریق مخالف اس روایت کو پیش کر کے اس پر حاشیہ چڑھایا کرتا ہے کہ دیکھو خدا کی دی ہوئی آنکھ تو دکھ اٹھایا کرتی تھی، لیکن حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی آنکھ بہتر اور خوبصورت تھی اور کبھی نہ دکھتی تھی۔

جواب:

اگر غور کیا جائے تو بات سمجھ میں آجاتی ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا:

وان شئت رددتہا ودعوت اللہ.

اگر تو چاہے تو میں لوٹا دوں یعنی اس کو اپنی جگہ پر رکھ دوں اور اللہ سے دعا کروں کہ وہ صحیح کر دے۔ حضرت قتادہ نے کہا میری یہی آرزو ہے تو آپ نے یوں کہہ کر دعا دی: اے اللہ! اس کی آنکھ کو جمال اور روشنی عطا فرما۔ تو اللہ نے دعا منظور فرمائی اور حضرت قتادہ کی آنکھ درست ہو گئی۔

(عمدة القاری ج 8 ص 173 وکامل للمبرد ج 3 ص 307)

اسی طرح حضرت رافع کی آنکھ کا مسئلہ تھا وہ کہتے ہیں:

فبصق فیہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ودعالی فما أذانی منها شیء... وإسنادہ جید. (البدایہ والنہایہ ج 4 ص 33)

دلیل نمبر 15:

صحیح البخاری اور صحیح مسلم میں روایت آتی ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اعطیت مفاتیح خزائن الارض.

یعنی مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔

فریق مخالف اس روایت سے یہ ثابت کیا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کے تمام خزانے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرما

دیئے ہیں اور آپ ان لوگوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

جواب:

اولاً: قرآن تو کہتا ہے: ”قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ“ (سورة الانعام: 50) تو آپ علیہ السلام کیسے فرما سکتے ہیں کہ مجھے خزانے دیئے گئے۔

ثانیاً: امام نووی رحمہ اللہ اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

اس کا مطلب یہ ہے آپ کی امت خزانوں کی مالک بنے گی اور ایسا ہوا بھی۔ (شرح مسلم ج 2 ص 25)
علامہ عزیزی فرماتے ہیں:

استعارة لو عد الله بفتح البلاذ. (السراج المنير ج 1 ص 245)

بلکہ مستدرک حاکم میں (ج 4 ص 449) ہے اللہ نے مجھے دونوں خزانے دیئے ہیں سرخ اور سفید (ان سے قیصر و کسریٰ کی حکومتیں مراد ہیں) اور میری امت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک مجھے مشاہدہ کرایا گیا ہے۔

دلیل نمبر 16:

مخالفین نے یہ واقعہ بھی پیش کیا ہے کہ سونے کی انگوٹھی مردوں میں سے کسی کے لیے جائز نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت برآء بن عازب کے لیے سونے کی انگوٹھی کو جائز قرار دیا۔ اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم مختار کل ہوئے۔

جواب:

اس کی سند صحیح نہیں۔ علامہ حازمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

اسنادہ ليس بذلك. (كتاب الاعتبار ص 232)

یعنی اس کی سند قابل اعتبار نہیں۔